ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

ڈاکٹر رشید حسن خان کی مرتبہ کتاب "سحر البیان" کا تنقیدی جائزہ

Critical review of *Sahar-ul-Bayan* by Dr. Rasheed Hasan Khan

محمد کامران

پی ایچ ڈی سکالر، نمل اسلام آباد

Muhammad Kamran

PhD Scholar, NUML Islamabad

Abstract: **Sahar-ul-Bayan** is a celebrated Urdu masnavi written by **Mir Hasan Dehlavi**. It is renowned for its literary merits—including its characterization, plot structure, emotional depth, dialogue, head-to-foot (sarapa) descriptions, scene-painting, and cultural detail. Mir Hasan composed *Sahar-ul-Bayan* in **1782**, at a time when printing presses had not yet arrived in the Indian subcontinent. Nonetheless, the poem gained wide popularity among both common readers and the literary elite. Later, in **1803**, **Fort William College, Calcutta**, had it printed and published—a significant moment in bringing the work into print. The masnavi illuminates Mir Hasan's personal worldview and the religious, moral, and ethical values of his era. These ideas were deeply embedded in the societal mindset of his time. In its narrative, *Sahar-ul-Bayan* mirrors the prevailing religious beliefs, mental frameworks, and moral concepts of that culture.

Key Words: Urdu, Masnavi, Mir Hassan, Shar ul Bayan

کلیدی الفاظ: اردو، مثنوی، میر حسن، سحر البیان

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

سحر البیان اردو کی معروف مثنوی ہے جس کے شاعر میر حسن دہلوی ہیں۔ سحر البیان کے فنی محاسن کے سلسلے میں اس کی کردار نگاری پلاٹ، جذبات نگاری، مکالمہ نگاری، مرقع نگاری، منظر نگاری اور سراپا نگاری کے ساتھ ساتھ ایک مربوط معاشرت کے ثقافتی کوائف کی تفصیل بیان کرتی ہے۔

اردو نقاد سحر البیان کو میر حسن کے کام کی عروج قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر خان رشید کہتے ہی

"سحر البیان میر حسن خان کی آخری
تصنیف ہے اور اسی کی وجہ سے میر حسن کو
شہرت دوام حاصل ہوئی"[1]

اس مثنوی کو میر حسن نے ۱۷۸۲ء میں لکھ لیا تھا، اس وقت تک برصغیر میں چھاپہ خانہ نہیں آیا تھا، مگر کتاب عام ہوئی اور عوام وخواص میں اس کی شہرت ہو گئی، پھر فورٹ ولیم کالج کلکتہ نے ۱۸۰۳ء میں اسے چھاپہ خانہ سے چھاپ کر شائع کیا، اس کتاب کے دیوناگری اور گجراتی رسم الخط میں بھی نسخے چھاپے گئے۔ انڈیا آفس لائبریری برطانیہ میں اردو، دیوناگری اور گجراتی میں انیسویں صدی کی بیس مختلف طباعتیں موجود ہیں۔

اس مثنوی کی مقبولیت کی مختلف وجوہات میں سے ایک وجہ اس کا انداز بیان بھی ہے۔ اس کی زبان اور انداز بیان کے بارے میں خان رشید نے لکھا ہے

"انداز بیان بہت دلچسپ ہے۔ زبان نہایت سلیس اور آج کی زبان
معلوم ہوتی ہے۔ میر حسن کی اسی سادگی اور روزمرہ کو دیکھ کر مولوی
محمد حسین آزاد حیرت سے پوچھتے ہیں کیا اسے سو برس آگے والوں کی
باتیں سنائی دیتی تھیں کہ جو کچھ کہا صاف وہی محاورہ اور وہی گفتگو ہے
جواب ہم تم بول رہے ہیں"[2]

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

اس مثنوی سے میر حسن اور ان کے دور کے مذہبی افکار و اخلاقی اقدار پر روشنی پڑتی ہے جو اس معاشرت کے روایتی طرز فکر اور تصور زندگی کا جزو بن چکے تھے۔ سحر البیان اس دور کے مذہبی اعتقادات، ذہنی امور اور اخلاقی تصورات کی عکاس ہے۔ یہ مثنوی دراصل اس طرز زندگی کی بہترین نمائندگی کرتی ہے جب اودھ کی اس فضا میں جہاں تکلف و تصنع کا دور دورہ تھا ایک تہذیب بن رہی تھی، سحر البیان میں اس تہذیب کی تصویریں بھی محفوظ ہیں۔ میر حسن چونکہ دلی سے آئے تھے اور مغل تہذیب کے دلدادہ تھے اسی لئے اس میں مثنوی گلزار نسیم کے مقابلے میں لکھنوی عناصر کم ہیں، نیز اس مثنوی کا اسلوب و لہجہ دہلوی ہے۔ تکلفات و تصنعات کا وہ زور نہیں جو بعد میں گلزار نسیم کی صورت میں نمودار ہوا۔ پروفیسر احتشام حسین اپنے ایک مضمون "سحر البیان پر ایک نظر" میں یوں لکھتے ہیں، "اگر کوئی شخص اختلاف کرنے پر آئے تو اختلاف ہر بات سے ہو سکتا ہے اس لئے اگر کہا جائے کہ میر حسن کی مثنوی سحر البیان (جس کا پورا نام کبھی کبھی مثنوی سحر البیان یعنی مثنوی میر حسن معروف بے نظیر و بدر منیر لکھا جاتا ہے) اردو زبان کی سب سے اچھی مثنوی ہے تو کہیں کہیں سے یہ آواز ضرور آئے گی کہ یہ رائے درست نہیں ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ مثنوی اردو کی بہترین مثنویوں میں شمار کی جاتی ہے تو شاید کسی کو شدت کے ساتھ اختلاف نہ ہو گا۔ کیونکہ کہانی اور اندازِ بیان میں ضرور کچھ ایسے عناصر ہیں جن کا مطالعہ اس کی عظمت کا پتہ دیتا ہے۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی سحر البیان کو ہر عہد کے نقاد اور محققین ایک بہترین مثنوی قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ اس مثنوی کے عناصر میں کوئی نئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ بہت سے فرسودہ عناصر موجود ہیں، اس کے باوجود کرداروں اور ان سے منسلک واقعات کی ترتیب نے اسے بہت اہمیت بخش دی ہے۔

پرفیسر احتشام حسین کہتے ہیں

"انہی فرسودہ عناصر سے میر حسن نے وہ کام لیا ہے کہ
قصے کی ترتیب نئی ہو گئی اور بین السطور میں عصری
معاشرت کی وہ جھلک دکھائی دیتی ہے جس کی بنا پر انہیں

اس بات کا حق حاصل ہو گیا کہ وہ اپنی کہانی کو نیا کہہ
سکیں"[۳]

.کردار: مثنوی سحر البیان نے ادب کی تاریخ میں بہترین اور متحرک کردار دیے ہیں۔ ان کرداروں کی روشنی میں اپنے کے سماج اور معاشرت کی بھرپور نمائندگی کی گئی ہے۔ داستان کے کرداروں کا تعارف اور ترتیب حسبِ ذیل ہے۔

بے نظیر—ایک شہزادہ، ملک شاہ بادشاہ کا بیٹا ہے، بہت خوبصورت، اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے والا۔

ماہ رخ پری—ایک پری، خوبصورتی، حیاداری اور عشق پسندی کے ساتھ ساتھ رقابت اور انتقام کا شدید جذبہ۔

بدر منیر—قصہ کی مرکزی کردار، شاہانہ متانت، وقار، حسن و خوبی، ناز و ادا، شان و شوکت اور عیش و محبت کا پیکر۔

نجم النساء—سب سے زیادہ شوخ اور متحرک کردار۔

کہانی

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا جو اپنی منصف مزاجی کی وجہ سے رعایا میں ہر دلعزیز تھا۔ بادشاہ کو تمام نعمتیں میسر تھیں مگر اولاد جیسی نعمت سے محرومی اس کی زندگی کی سب سے بڑی محرومی تھی۔ اس محرومی و مایوسی کے عالم میں بادشاہ دنیا ترک کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ وزیروں کے مشورے پر وہ سر دست اس فیصلے پر عمل درآمد روک دیتا ہے۔ شاہی نجومی بادشاہ کے ہاں چاند سے بچے کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں۔ لیکن اس کی سلامتی و زندگی میں چند خطروں کی نشان دہی کرتے ہوئے اس احتیاط کی تلقین کرتے ہیں کہ اسے بارہ سال کی عمر تک محل کے اندر رکھا جائے اور رات کھلے آسمان تلے سونے نہ دیا جائے، کچھ عرصے بعد واقعی بادشاہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نام اس کی خوبصورتی اور مردانہ وجاہت کے پیش نظر "بے

نظیر" رکھا جاتا ہے۔ تمام شاہی تکلفات اور نازو نعم کے ساتھ ۱۲ سال تک اسے محل کے اندر رکھا جاتا ہے۔ مگر سال کے آخری دن جب اس کی عمر بادشاہ کے حساب سے پورے بارہ سال ہوگئی تھی (حالانکہ اتفاق سے ایک دن کم تھا) وہ رات کو ضد کر کے چھت پر سو جاتا ہے۔ آدھی رات کے قریب ماہ رخ پری کا گزر وہاں سے ہوا، اسے سوتے دیکھ کر اس پر عاشق ہوگئی اور اپنے ساتھ پرستان میں لے گئی۔ شہزادے کی گم شدگی پر صبح محل میں قیامت کا منظر برپا ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش کی گئی مگر شہزادے کو نہ ملنا تھا نہ ملا۔ ماہ رخ پری طرح طرح سے شہزادے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ شہزادہ اپنی صغر سنی کے باعث اداس، ملول اور پریشان رہتا ہے۔ اس پریشانی کو دور کرنے کے لئے ماہ رخ پری اسے کل کا گھوڑا دیتی ہے۔ اس گھوڑے پر سیر کرتا پھرتا شہزادہ "بدر منیر شہزادی" کے باغ میں اترتا ہے، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر عاشق ہو جاتے ہیں کہ اچانک ایک دن ایک دیوان دونوں کو وصل کی حالت میں دیکھ لیتا ہے۔ اس کی اطلاع ماہ رخ پری کو ہوتی ہے تو وہ انتہائی غضبناک ہو کر شہزادے کو واپس آنے پر کوہ قاف کے اندھے کنوئیں میں ڈلوا دیتی ہے۔ بدر منیر کا عجیب حال ہے، اس کی راز دار سہیلی وزیر زادی نجم النساء بے نظیر کی تلاش میں نکلتی ہے۔ اور آخر کار بڑی مشکلوں سے جنوں کے بادشاہ کے بیٹے فیروز شاہ کی مدد سے بے نظیر کو رہائی دلاتی ہے۔ دونوں کی شادی ہو جاتی ہے خود نجم النساء فیروز شاہ کے ساتھ بیاہ کر لیتی ہے۔ اور یوں یہ مثنوی طرب ناک انجام کو پہنچتی ہے

"سحر البیان" اردو کی ان زندہ جاوید مثنویوں میں سے ہے جو ہر زمانہ میں عوام اور خواص میں یکساں طور پر مقبول رہی ہیں اس مثنوی کی مقبولیت پر غور کیجئے تو بہت فنی محاسن ایسے نظر آتے ہیں جو دوسری مثنویوں میں نہیں ملتے ہیں۔ اس لئے "سحر البیان" ایک مقبول عام مثنوی ہے۔ "سحر البیان" کے فنی محاسن کے سلسلے میں اس کی کردار نگاری پلاٹ، جذبات نگاری، مکالمہ نگاری، مرقع نگاری، منظر نگاری اور سراپا نگاری کے علاوہ ایک مربوط معاشرت کے ثقافتی کوائف کی تصویر بے حد کامیاب کھینچی گئی ہے۔ اس مثنوی سے میر حسن اور ان کی سوسائٹی کے مذہبی افکار اور اخلاقی اقدار پر روشنی پڑتی ہے جو اس معاشرت کے روائتی طرز فکر اور تصورِ زندگی کا جزو بن چکے ہیں۔ "سحر البیان" اس دور کے مذہبی معتقدات، ذہنی امور اور اخلاقی تصورات کی عکاس ہے۔ یہ مثنوی دراصل اس طرز زندگی کی بہترین نمائندگی کرتی ہے اودھ کی اس

فضا میں جہاں تکلف و تصنع کا دور دورہ تھا۔ ایک تہذیب بن رہی تھی۔ ''سحر البیان'' میں اس تہذیب کی تصویریں بھی محفوظ ہیں۔ میر حسن چونکہ دلی سے آئے تھے اور مغل تہذیب کے دلدادہ تھے اسی لئے اس مثنوی ''گلزار نسیم'' کے مقابلے میں لکھنوی عناصر کم ہیں۔ اس مثنوی کا اسلوب و لہجہ دہلوی ہے۔ تکلفات و تصنعات کا وہ زور نہیں جو بعد میں گلزارِ نسیم کی صورت میں نمودار ہوا۔ پروفیسر احتشام حسین اپنے ایک مضمون ''سحر البیان پر ایک نظر'' میں یوں لکھتے ہیں، ''اگر کوئی شخص اختلاف کرنے پر آئے تو اختلاف ہر بات سے ہو سکتا ہے اس لئے اگر کہا جائے کہ میر حسن کی مثنوی سحر البیان اردو زبان کی سب سے اچھی مثنوی ہے تو کہیں کہیں سے یہ آواز ضرور آئے گی کہ یہ رائے درست نہیں ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ مثنوی اردو کی بہترین مثنویوں میں شمار کی جاتی ہے تو شائد کسی کو شدت کے ساتھ اختلاف نہ ہو گا۔ کیونکہ کہانی اور اندازِ بیان میں ضرور کچھ ایسے عناصر ہیں جس کا مطالعہ اس کی عظمت کا پتہ دیتا ہے۔ میر حسن نے کئی اور مثنویاں بھی لکھی ہیں لیکن کسی مثنوی میں یہ نہیں کہا ہے کہ،

ذرا منصفو! داد کی ہے یہ جا	کہ دریا سخن کا دیا ہے بہاز
بس عمر کی اس کہانی میں صرف	تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف
نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان	نہیں مثنوی ہے یہ سحر البیان

یہ میر حسن کی تعلی ہو یا روایتی شاعرانہ پیرایہ بیان لیکن ہم اس کو تنقید کی بنیاد بنا کر ''سحر البیان'' پڑھیں تو بعض دلکش نتائج ضرور بر آمد ہوں گے۔ ''سحر البیان'' کا مطالعہ ہم مندرجہ زیل عنوانات کے تحت کرتے ہیں ہر عنوان میں اس کی خوبیوں اور فنی محاسن پر تنقید و تبصرہ کر کے اس کی قدر و قیمت نمایاں کی جائے گی۔

سحر البیان کا پلاٹ:۔ جہاں تک اس مثنوی کے پلاٹ کا تعلق ہے، اس میں کوئی نیا پن نہیں اس کہانی کے اجزاء مختلف منثور اور منظوم، قدیم داستانوں میں بکھرے پڑے ہیں اور اس کی کہانی سیدھے سادھے انداز میں یوں ہے، کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا جو اپنی منصف مزاجی کی وجہ سے رعایا میں ہر دلعزیز تھا۔ بادشاہ کو تمام نعمتیں میسر تھیں مگر اولاد جیسی نعمت سے محرومی اس کی زندگی کی سب سے بڑی محرومی تھی۔ اس

محرومی ومایوسی کے عالم میں بادشاہ دنیاترک کر دینے کا ارادہ کرلیتا ہے۔ وزیروں کے مشورے پر وہ سر دست اس فیصلے پر عمل درآمد روک دیتا ہے۔ شاہی نجومی بادشاہ کے ہاں چاند سے بچے کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں۔ لیکن اس کی سلامتی وزندگی میں چند خطروں کی نشان دہی کرتے ہوئے اس احتیاط کی تلقین کرتے ہیں کہ بارہ سال کی عمر تک اسے محل کے اندر رکھا جائے اور رات کھلے آسمان تلے سونے نہ دیا جائے کچھ عرصے بعد واقعی بادشاہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نام اس کی خوبصورتی اور مردانہ وجاہت کے پیش نظر "بے نظیر" رکھا جاتا ہے۔ تمام شاہی تکلفات اور نازو نعم کے ساتھ ۱۲ سال تک اسے محل کے اندر رکھا جاتا ہے۔ مگر سال کے آخری دن جب اس کی عمر بادشاہ کے حساب سے پورے بارہ سال ہو گئی تھی (حالانکہ اتفاق سے ایک دن کم تھا) وہ رات کو ضد کر کے چھت پر سو جاتا ہے۔ آدھی رات کے قریب ماہ رخ پری کا گزر وہاں سے ہوا۔ اسے سوتے میں دیکھ کر اس پر عاشق ہوئی۔ اور اپنے ساتھ پرستان میں لے گئی۔ شہزادے کی گم شدگی پر صبح محل میں قیامت کا منظر برپا ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش کی گئی مگر شہزادے کو نہ ملنا تھا نہ ملا۔ ماہ رخ پری طرح طرح سے شہزادے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ شہزادہ اپنی صغر سنی کے باعث اداس، ملول اور پریشان رہتا ہے۔ اس پریشانی کو دور کرنے کے لئے ماہ رخ پری اسے کل کا گھوڑا دیتی ہے۔ اس گھوڑے پر سیر کرتا پھرتا شہزادہ "بدر منیر شہزادی" کے باغ میں اترتا ہے دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر عاشق ہو جاتے ہیں اچانک ایک دن ایک دیو ان دونوں کو وصل کی حالت میں دیکھ لیتا ہے۔ اس کی اطلاع ماہ رخ پری کو ہوتی ہے تو وہ انتہائی غضبناک ہو کر شہزادے کو واپس آنے پر کوہ قاف کے اندھے کنوئیں میں ڈلوا دیتی ہے۔ بدر منیر کا عجیب حال ہے اس کی رازدار سہیلی وزیر زادی نجم النساء بے نظیر کی تلاش میں نکلتی ہے۔ اور آخر کار بڑی مشکلوں سے جنوں کے بادشاہ کے بیٹے فیروز شاہ کی مدد سے بے نظیر کو رہائی دلاتی ہے۔ دونوں کی شادی ہو جاتی ہے خود نجم النساء فیروز شاہ کے ساتھ بیاہ کر لیتی ہے۔ اور یوں یہ مثنوی طرب ناک انجام کو پہنچتی ہے۔

مہدی نظمی نے میر حسن کے انداز بیان کے بارے میں لکھا ہے

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

"واقعہ یہ ہے کہ مثنوی سحر البیان میں ادبیت اتنی غالب
ہے کہ اس کے بارے میں کی جانے والی گفتگو کا اس کی
ادبیت کے نیچے دب کر رہ جاتا ہے"[۴]

اگرچہ ادبیت کی موجود کسی بھی ادب پارے کا بڑا نقص نہیں ہے مگر عوامی کہانی میں یہ ایک خامی بھی بن جاتی ہے۔ بہر حال ہم یہاں پر اسے میر حسن کی قابلیت اور قلمی عظمت کا آئینہ ہی قرار دیں گے۔

ڈاکٹر وحید قریشی پلاٹ کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "فنی لحاظ سے "سحر البیان" کا جائزہ لیا جائے تو اس ضمن میں میر حسن کی ذہانت، پلاٹ کی تشکیل میں بروئے کار نظر آتی ہے "سحر البیان" اردو کے چند عظیم مثنویوں میں سے ہے اس میں اگرچہ محدود زندگی کی تصویر کشی کی گئی ہے لیکن اپنی محدودیت کے باوجود میر حسن نے جس زندگی کو پیش کیا ہے وہ ہمارے لئے دلچسپی کا وافر سامان مہیا کرتی ہے۔ مثنوی کی شہرت اور مقبولیت کا راز میر حسن کی اعلیٰ صلاحیت میں مضمر ہے۔

خان رشید نے میر حس کی اس مثنوی کے حقائق کو مصنفف کے ذاتی تجربات کا آئینہ دار قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

"مثنوی سحر البیان ان کے جس ذہنی ارتقا کی آئینہ دار
ہے وہ خود ان کے مشاہدات اور تجربات کا نچوڑ ہے۔
زندگی اچھی گزری اس لیے حزنیہ مناظر اول تو ہیں ہی
نہیں اور ہیں بھی تو ان میں یاس اور غم کی داخلیت کا
فقدان ہے۔"[۵]

"تہذیب و ثقافت کی عکاسی:۔ "سحر البیان" کی فنی خوبیوں میں اس کی نمایاں خوبی تہذیب و ثقافت کی عکاسی ہے۔ سید عابد علی عابد اس کی تہذیبی و معاشرتی خوبیوں کا بیان یوں کرتے ہیں "میر حسن نے جس معاشرت

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

کی تصویر کھینچی ہے وہ نوابانِ اودھ و لکھنو سے متعلق ہے رعایا خوشحال، پر جا فارغ البال، ہر ہفتے کوئی نہ کوئی تقریب، میلے ٹھیلے، ڈیرے دار طوائفیں، شوخ وشنگ اور چست وچالاک ناچنے والیاں، لوگ موسیقی کے رسیا، ٹھمریوں کے بولوں کے شیدائی، فرمانروا، داستان گوئی اور داستان طرازی کی طرف مائل، خوبصورت باغ لگوانے کے مشتاق، شہزادیاں اور ناز و نعمت میں پلی ہوئیں، سات محل کی خواصیں کہ جن کا نام سن کر آنکھوں میں نور، دل میں سرور آجائے۔" میر حسن نے درحقیقت اس تہذیب و معاشرت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ اور وہ اس سے خوب واقف تھے یہاں ہم موسیقی کی ایک محفل کی تصویر پیش کرتے ہیں جسے میر حسن کے فنی شعور نے تخلیق کیا ہے۔ موسیقی:۔ بنا ٹھاٹھ نقار خانے کا سب مہیا کر اسبابِ عیش و طرب دیا چوب کو پہلے تم سے ملا لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا بجے شادیانے جو واں اس گھڑی ہوئی گرد و پیش آ کے خلقت کھڑی رقص کی ایک اور محفل کا نظارہ کیجئے موقعہ یہ ہے کہ بدر منیر اور بے نظیر کی شادی کی خوشی میں رقص و موسیقی کا اہتمام ہوتا ہے اس منظر کی تہذیبی قدر و قیمت یہ ہے کہ یہاں اس دور کی رقصائوں کی عمدہ تصویر دی گئی ہے ان کے رقص کا انداز، پھرتی، جسم کے اعضاء کی حرکات اور ان سے پیدا ہونے والے تاثرات، اس تہذیبی محفل کی قیمت بڑھاتے ہیں رقاصہ کا آرسی دیکھنا اور اس کے بعد رقص میں آنے کے لئے آستین اور مہرے کا چاک اُلٹ دینا اور نئے سرے سے انگیا درست کرنا پھر ابرو درست کر کے چست وچالاک ہو کر دوپٹہ سر پر اُلٹ کر صف چیر کر نکل آنا۔ اس دور کے تہذیبی رقص کی تصویر پیش کرتا ہے۔ انگوٹھے کی لی سامنے آرسی وہ صورت کی دیکھ اپنی گلزار سی اُلٹ آستیں اور مہرے کا چاک نئے سرے سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک دوپٹے کو سر پر اُلٹ اور سنبھل یکایک وہ صف چیر آنا، نکل جبکہ اس دور کے فرماں روائوں کے نجوم کے قائل اور رسموں کے گھائل ہونے کا منظر تو مثنوی کی ابتداء ہی میں نظر آتا ہے۔ جبکہ مختلف موقعوں پر چند رسومات کا بیاں بھی آیا ہے۔ اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو معاشرت و تمدن کی بڑی واضح اور جاندار تصویریں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ مثلاً شہزادے کی پیدائش پر جس طرح مال اسباب لٹایا جاتا ہے۔ علماء و شیوخ کو جاگیریں عطا کی جاتی ہیں۔ سپاہیوں کو گھوڑے دیے جاتے ہیں۔ ان سب سے اس معاشرے اور حکومت کی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ امیروں کو جاگیر

لشکر کو زر وزیروں کو الماس و لعل و گوہر جبکہ اس شعر میں تو آصف الدولہ عہد خود بخود جھلک رہا ہے۔
جو کہ مثنوی کے آخر میں کہا گیا ہے۔

مہدی نظمی نے لکھا ہے کہ

مثنوی سحر البیان کے مسلسل قصہ کا ہر حصہ ساقی نامہ
سے شروع ہوتا ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر مغیث الدین
فریدی اپنی کتاب انتخاب مثنویات اردو میں لکھتے ہیں
کہ ہر ساقی نامہ داستان کی مناسبت سے ہے۔ جس سے
پڑھنے والا آنے والے واقعات سے متعارف ہوتا ہے۔
ان کا خیال ہے کہ مثنوی سحر البیان اپنے ماحول کی عکاسی
جس گہرائی سے کرتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے"[٦]

باغ کی تیاری:۔ اب باغ کی تیاری کا منظر دیکھئیے مختلف پھولوں، درختوں کے نام ہی سنیے ان کی خوشبو بھی محسوس کیجئے۔ میر حسن نے باغ کی فضا بناتے وقت پھل، پھول، درخت، خوشبو، روشنی ہوا کا حسین امتزاج تیار کر دیا ہے جس میں پڑھنے والا کھو کر رہ جاتا ہے

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ

ہو رشک سے جس کے لالے کو

داغ بنی سنگ مرمر کی چوپڑ کی نہر

گئی چار سو اس کے پانی کی لہر

غسل کا منظر:۔ رقص و موسیقی اور باغات و عمارات کے تہذیبی نقشے دیکھنے کے بعد ایک روایتی غسل کا منظر بھی دیکھئیے شہزادہ بے نظیر غسل کے لئے آتا ہے۔ اس مقام پر کیا اہتمام ہوتا ہے کیسے کیسے لوازمات برتے جاتے ہیں یہ منظر دیکھیے

ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں | عرق آگیا اس کے اندام میں
نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک | برسنے میں بجلی کی جیسے چمک

اسی طرح مہدی نظمی کہتے ہیں

شہزادہ بے نظیر کے غسل اور حمام کی منظر کشی اپنی جگہ لیکن میر حسن کا کمال یہ ہے کہ وہ کیف و کیفیت کی بھی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں کہ اس کی دوسری نظیر مشکل ہی مل سکتی ہے۔[۷]

جلوس کی تیاری:۔ میر حسن نے یہاں جلوس کی تیاری میں اس دور کے روایتی جلوس کی بھرپور عکاسی کر دی۔ مختلف سواریوں کا حال لکھا ہے۔ سنہری روپہلی عماریوں کا جلوس ہے ساتھ پالکیاں ہیں اور کہار، زربفت کی کرتیاں پہنے دبے پاؤں آگے بڑھ رہے ہیں اب جلوس میں شہنائیوں کی صدا آتی ہے اور نوبت کی دھیمی دھیمی صدا کانوں کو بھلی لگتی ہے۔ اس منظر میں نقارچی بھی نظر آتے ہیں اس میں ہاتھیوں کی قطاریں بھی ہیں، جلوس کے آگے آگے نقیب، چوبدار اور جلوہ دار دکھائے گئے ہیں چونکہ شہزادے کا پہلا پہلا جلوس ہے اس لئے اس کو دیکھنے خلقت کثرت سے اُمنڈ آئی ہے۔

بجاتے ہوئے شادیانے تمام | چلے آگے آگے ملے شاد کام
سوار اور پیادہ صغیر و کبیر | جلو میں تمامی امیر و وزیر

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

شادی کا منظر:۔ یہ منظر بے نظیر کی شادی کا ہے اس تہذیبی مرقع میں شہزادوں کی روایتی شادی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔اس نقشہ میں سواریاں، آلات، موسیقی اور شان و شوکت کے خطوط بہت روشن ہیں۔ آلات موسیقی دیکھیے یہ ڈھولنے رعد کی طرح گرج رہے ہیں شہنائی کی سہانی دھنیں مست کر رہی ہیں۔ طبل بج رہے ہیں سواریاں دیکھیے تو تمامی کے تخت رواں، ہاتھی، گھوڑے وغیرہ ملتے ہیں سامانِ آرائش کا بیان سب سے بہتر ہے۔فانوس، چراغوں کے ترپولئے، ابرک کی ٹٹی، مینے کا جھاڑ، شمعدان، آتش بازی اس تہذیبی نقشہ کی ہر شے حرکت و حرارت رکھتی ہے۔

میر حسن نے رقص کا منظر نہایت دلفریب انداز میں پیش کیا ہے انہوں نے ایسی باریک باتوں کا ذکر کیا ہے جس پر ہر شاعر کی نظر نہیں پڑتی۔ وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤں کے ساتھ دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ تصویر کشی:۔''سحر البیان ''کا ایک بڑا کمال اس کی تصویر کشی ہے۔میر حسن نے جس منظر اور جس حالت کا جہاں بھی نقشہ کھینچا تصویر کشی کا حق ادا کر دیا۔مولانا حالی مثنوی ''سحر البیان'' کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں،''غرض کے جو کچھ اس مثنوی میں بیان کیا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے تصویر کھینچ دی ہے۔اور مسلمانوں کے اخیر دور میں سلاطین امراء کے یہاں جو حالتیں تھیں اور جو جو معاملات پیش آتے تھے۔بعینہٰ ان کا چربہ اتار دیا ہے۔'' میر حسن نے منظر نگاری کی تصویر کشی کی ہے اس میں ایسی محاکات کا ثبوت دیا ہے پورا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔منظر دیکھیے،وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی ریت لگا نور سے چاند تاروں کا کھیت درختوں کے پتے چمکتے ہوئے خس و خار سارے جھمکتے ہوئے ایک موقعہ پر شہزادی کی تصویر کشی کی ہے اور بہت جیتی جاگتی تصویر ہے،وہ بیٹھی عجب اک انداز سے بدن کو چرائے ہوئے ناز سے منہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے مچاتے ہوئے شرم کھائے ہوئے

خوشی کے موقع کی مناسبت سے میر حسن کی منظر نگاری ان کے فن کا کمال ہے۔یہی نہیں بلکہ انہوں نے غم کے مناظر کی بھی خوب صورت منظر کشی کی ہے۔

مہدی نظمی کہتے ہیں

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

خوشی اور غم ان دونوں حالتوں کی جو منظر کشی میر حسن
نے کی ہے اس کا مطالعہ کیجیے تو لگتا ہے کہ میر حسن اپنے
کمال فن کے قلم سے ان دونوں زمانوں کے مناظر کو
ویسا ہی رنگ روغن دے رہے ہیں جیسے کسی مصور کا
برش اور قلم۔ [۸]

مکالمہ نگاری:۔ "سحر البیان" میں مکالمہ نگاری نہایت فطری انداز میں موجود ہے چونکہ میر حسن کے تجربات وسیع تھے اور انھوں نے مختلف طبقے کے لوگوں میں زندگی بسر کی تھی اس لئے ان کو مختلف لوگوں کی زبان سمجھنے کا موقعہ ملا۔ جب بدر منیر سے ملاقات کر کے بے نظیر رخصت ہونے لگا تو اس نے بدر منیر سے کہا۔

کہا اب پہر کی ہے رخصت مجھے
زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

بدر منیر جواب دیتی ہے

مرو تم پری پر، وہ تم پر مرے
بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے

یہ سن پاؤں پر گر پڑا بے نظیر
کہا کیا کروں آہ بدر منیر

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

حوالہ جات

[1] خان رشید، اردو کی تین مثنویاں، دہلی، چمن بک ڈپو، ۱۹۶۸، ص ۱۷

[2] ایضاص ۱۸

[3] احتشام حسین پروفیسر، تنقیدی جائزے، حیدر آباد، ادارہ اشاعت اردو، س ن، ص ۱۸۸

[4] مہدی نظمی، نیا عکس نیا آئینہ: مثنوی سحر البیان، دہلی، ابو طالب اکیڈمی، ۱۹۸۶، ص ۴۴

[5] خان رشید، اردو کی تین مثنویاں، دہلی، چمن بک ڈپو، ۱۹۶۸، ص ۳۳

[6] مہدی نظمی، نیا عکس نیا آئینہ: مثنوی سحر البیان، دہلی، ابو طالب اکیڈمی، ۱۹۸۶، ص ۷۳

[7] ایضا، ص ۶۶

[8] ایضا۔ ص ۶۵